مولانا عبید اللہ عفیف

الاستفتاء

رکوع میں ملنے والی رکعت کا حکم

سوال: محترم مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ اگر مسبوق کو رکوع مل گیا، وہ سورۃ فاتحہ کے اجرِ عظیم سے محروم ہوگیا لیکن رکعت اس نے پالی بحوالہ حدیث ابو ہریرۃؓ جو مشکوٰۃ میں درج ہے، ایک نئے فیشن کے اہلحدیث کا کہنا ہے کہ "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کے مدِ نظر یہ رکعت نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ مزید رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ اس حساب سے صبح کے تین رکوع والی نماز ہوگی، مغرب کی چار رکوع والی ظہر وعصر وعشاء کی پانچ رکوع والی نماز ہوگی۔ براہ کرم مدلل جواب مع حوالہ جات از کتب احادیث سے سرفراز فرمائیں۔ والسلام

احقر العباد

میجر محمد اکرم ہنگال بالا، پشاور شہر

الجواب ومنہ الصدق والصواب!

اس مسئلہ میں سلف کے دو قول ہیں۔ جمہور کے نزدیک رکوع میں ملنے والے کی رکعت پوری ہو جاتی ہے۔ مگر فقہاء محدثین کے نزدیک ایسے شخص کی رکعت پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایسے شخص کے دو فرض یعنی قیام اور قرأۃ ام القرآن فوت ہو چکے ہیں۔ ہم ان دونوں گروہوں کے دلائل مع تبصرہ رقم کرتے ہیں۔ تاکہ مسئلہ کے خط وخال پوری طرح نکھر کر سامنے آجائیں۔

واللہ الہادی!

جمہور کی دلیلِ اوّل :

"عن ابی ھریرۃ انہ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر" (مؤطا ص ۷ باب من ادرک الرکعۃ من الصلوٰۃ۔ ومرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ص۱۳۲ ج۲ باب ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق)

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس کی یہ رکعت صحیح ہوگئی اور جو شخص ام القرآن نہ پڑھ سکا تو وہ خیر کثیر سے محروم ہوگیا۔"

حضرت ابو ہریرۃؓ کے اس اثر سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا یہی مذہب ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت پوری ہو جاتی ہے۔

جواب (۱) :

یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ امام کا یہ قول بلاغاً ہے اور امام مالک کا حضرت ابو ہریرۃؓ سے سماع ثابت نہیں ہے اور کسی نے بھی اس اثر کو مسند بیان نہیں کیا۔

جواب (۲) :

صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ مدرک رکوع کی رکعت کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ جزء القرآۃ بخاری میں ہے :

"حدثنا مسدد وموسیٰ بن اسماعیل ومعقل بن مالک قالوا حدثنا ابو عوانۃ عن محمد بن اسحاق عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال لا یجزئک الا ان تدرک الامام قائماً" (ص ۴۵)

کہ "حضرت ابو ہریرۃؓ کا قول ہے، نماز تب ہوگی، جب امام کو قیام میں یعنی رکوع کرنے سے پہلے پالے"

۲۔ حدثنا عبید بن یعیش قال حدثنا یونس حدثنا اسحاق قال اخبرنی الاعرج قال سمعت اباھریرۃ یقول لا یجزئک الا ان تدرک الامام قبل ان یرکع" (جزء القرآۃ ص ۴۵، ۴۶)

یعنی "نماز تب ہوگی جب امام کو رکوع میں جانے سے پالے ورنہ نہیں" اور یہ دونوں سندیں امام مالک والی سند سے کہیں زیادہ قوی اور راجح ہیں۔ چنانچہ حضرت

الشیخ محمد عبداللہ صاحب فرماتے ہیں:

"وهذا اقوى واصح مما سواه لا مالك بلاغا فيقدم ذالك على هذا"

(مرعاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۳۴ ج ۲)

جواب (۳): اصول اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی لفظ کا مجازی معنیٰ اتب لیا جاتا ہے جب حقیقی معنیٰ لینا متعذر ہو۔ لہٰذا اس جگہ رکعت سے مراد قیام، رکوع، سجود اور فاتحہ والی رکعت مراد ہے کیونکہ یہ رکعت کا حقیقی معنیٰ ہے۔ لہٰذا مجازی مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

ملحوظہ:

خیر کثیر فوت ہوگئی کے الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاتحہ خلف الامام ایک غیر ضروری چیز ہے اور اس کے بغیر بھی رکعت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ لفظ "خیر" فرض و واجب پر بھی بولا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: "جو شخص پانی نہ پائے تو وہ تیمم سے نماز پڑھتا رہے خواہ دس سال گزر جائیں۔ جب پانی پالے تو غسل کرلے۔ "فان ذالك خير" (مشکوٰۃ ص ۵۴) کیونکہ یہ غسل اس کے لئے بہتر ہے۔

دیکھئے یہاں غسل جنابت کو خیر کہا ہے حالانکہ یہ فرض ہے۔ پس اسی طرح فاتحہ کو بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ علاوہ ازیں فاتحہ فوت ہونے کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ مقتدی فاتحہ پڑھ نہیں سکا کیونکہ امام رکوع میں چلا گیا۔ بلکہ فاتحہ کے فوت ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ مقتدی امام کی فاتحہ نہیں پا سکا۔ کیونکہ امام کی فاتحہ پانے کی صورت میں امام کے ساتھ آمین کہنے کا موقع ملتا ہے جس سے حدیث "فمن وافق تامينه تأمين الملئكة غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر" کا مصداق ہو جاتا ہے۔ یعنی جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور فرشتوں کی آمین امام کی آمین پر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، جزء القراۃ، بخاری باب سکتات ص ۶۲ پر مروی ہے اور مشکوٰۃ ص ۷۹، باب القراۃ و موطا ص ۶۹ میں بھی ابوہریرۃؓ کی یہ حدیث موجود ہے جس میں اس کا ذکر ہے۔ پس امام کے ساتھ فاتحہ پانے سے اتنی بڑی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اور جس سے امام کی آمین فوت ہوگئی، اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔ اس لئے حضرت ابوہریرۃؓ نے مروان بن حکم کے مؤذن کو شرط کی کہ ولا الضالین کے ساتھ مجھ سے سبقت نہ کرنی ہوگی۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری باب جہر الامام بالتامین ص ۲۲۶،

فتاویٰ اہلحدیث ص ۱۷۹، ج ۲)

بہرحال اس حدیث کو اس سلسلہ میں پیش کرنا غلطی ہے کیونکہ اس میں لفظ رکعت اپنے اصلی اور حقیقی معنیٰ پر ہے۔ اور لفظ "سجدہ" میں دو احتمال ہیں (۱) یہ بھی اپنے معنیٰ پر ہو۔ (۲) یہ بمعنی نماز ہو۔ چنانچہ اس کی تفصیل امام زرقانی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں:

"فقد فاته خير كثير لموضع التامين وما يترتب عليه من غفران ما تقدم من ذنبه قاله ابن وضاح وغيره" (زرقانی ج ۱، ص ۲۸)

یعنی حضرت ابوہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ جس سے فاتحہ فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر ... فوت ہوگئی، اس کا مطلب آمین کا موقع پانا ہے اور اس کی فضیلت کا موقع پانا جو آمین کا موقع پانے سے حاصل ہوتی ہے، تمام سابقہ گناہوں کی معافی کا موجب ہے۔

اسی کے قریب قریب حافظ ابوعمر و ابن عبدالبر اور قاضی ابوولید باجی منتقیٰ شرح مؤطا میں فرماتے ہیں:

"عن مالك بلغه ان ابا هريرة كان يقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة (الحديث) معنى ذالك ان من ادرك الركعة فقد ادرك الاعتداد بالسجدة وليست فضيلة من ادرك الركعة دون قرأة كفضيلة من ادرك القرأة من اولها هاشار من ذالك الى فضيلة حضور قرأة ام القرآن لانها من اعظم فضيلة قرأة الركعة وقد قال ابن وضاح والداودي ان تلك الفضيلة قول المأموم آمين عند قول الامام ولا الضالين لما روي عن ابي هريرة انه قال لا تسبقني بآمين فتثبت بذالك ان لادراك لهذا الموضع من قرأة مزية على غيره الا ان ظاهر قوله هذا يقتضي ان الفضيلة التي ادرك انما هي بجميع قرأة ام القرآن لان حضور قرأة جميعها فضيلة يدخل فيها فضيلة ادراك آمين وغيرها وفي هذا الاثر معنى آخر وهو ان من جاء فوجد الامام راكعا فكبر وركع ولم يقرأ بام القرآن ويتبع الامام بعد رفع رأسه من الركوع ولذالك وصفه بانه قد فاتته قرأة القرآن ولو كان من حكمه ان القرأة بام القرآن

قبل اتباع الامام لما وصف بفوات ذالک کما لا یوصف بفوات تکبیرۃ الامام" (کتاب المنتقی شرح مؤطا لقاضی ابوالولید باجی ص ۱۳۱ ج ۱)

کہ "ابوہریرۃؓ کی روایت کے یہ معنی ہیں، جس نے رکعت پالی اس کا سجدہ بھی معتبر ہوگیا اور جس نے قراۃ القرآن کے بغیر رکعت پائی اس کی فضیلت ایسی نہیں جیسی شروع رکعت پانے کی ہے اور اس سے قرأۃ ام القرآن امام کے ساتھ پانے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ قرأت رکعت کی بڑی فضیلت یہی ہے کہ ام القرآن کو امام کے ساتھ پالے اور ابن وضاح اور داؤدی نے کہا ہے کہ یہ فضیلت مقتدی اور امام کی آمین میں موافقت کے لئے ہے کیونکہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مؤذن سے کہا مجھ سے آمین کے ساتھ سبقت نہ کرنا، اس سے ثابت ہوا کہ امام کی قرأۃ کے اس حصہ کو پانا جس سے آمین میں موافقت ہو جائے، بہ نسبت دوسری قرأت کے زیادہ فضیلت ہے۔ لیکن ظاہر قول ابوہریرۃؓ کا ساری فاتحہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے ضمن میں آمین کی موافقت بھی آجاتی ہے کیونکہ جو پوری فاتحہ امام کے ساتھ پائے وہ آمین کا موقعہ "ولا الضالین" بھی پالے گا۔ اور ابوہریرۃؓ کے اس قول کا ایک اور معنیٰ بھی ہے، وہ یہ کہ جو امام کو رکوع میں پائے وہ امام کے ساتھ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور رکوع کرے اور ام القرآن نہ پڑھے اور رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ میں امام کی اتباع کرے، اس لئے اس کی بابت فاتحہ کے فوت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اگر اس شخص کا یہ حکم ہوتا کہ امام سے پہلے فاتحہ پڑھ لے تو اس کی بابت فاتحہ کے فوت ہونے کا ذکر نہ ہوتا۔ جیسے تکبیر تحریمہ کے فوت ہونے کا ذکر نہیں کیا۔"

قاضی ابو ولید باجی نے اس عبارت میں ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ امام کے ساتھ رکعت پائے تو سجدہ کا اعتبار بھی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور امام کے ساتھ فاتحہ سمیت رکعت کا پانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اس میں آمین میں بھی موافقت ہے۔ اگر امام کے ساتھ فاتحہ سمیت رکعت نہ پائی بلکہ امام کی فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آکر شامل ہوا تو پھر خواہ فاتحہ پڑھ ہی لی

لیکن امام کے ساتھ فاتحہ پانے کی جو فضیلت تھی وہ فوت ہو گئی۔

دوسرا مطلب قاضی ابو ولید نے یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو رکوع سے سر اٹھا کر امام کی تابعداری کرے اور فاتحہ اس سے فوت ہو گئی۔ یعنی اس کے پڑھنے کا موقع جاتا رہا۔ اس صورت میں بھی باوجود رکعت (بمعنی رکوع ہونے کے) رکوع میں رکعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس سے اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امام کو جس حالت میں پائے اس کے ساتھ مل جائے۔ اس سے پہلے جو کچھ رہ گیا، رہ گیا۔ اب اس کو امام کی اقتدا [illegible] وقت (اتباع امام سے قبل) ادا نہیں کر سکتا، بعد میں ادا کرے۔ اگرچہ امام کے ساتھ ادائیگی کی فضیلت بہت تھی مگر وہ فوت ہو گئی۔ ہاں تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔ اس کو امام سے الگ کہہ کر پھر امام کے ساتھ اس حال میں شامل ہو جائے جس حال میں امام ہو۔ غرض اس قسم کے کئی مطالب ابو ہریرہؓ کے اس قول کے ہو سکتے ہیں۔ اس سے رکوع میں رکعت لازم نہیں آتی، بالخصوص جب ابو ہریرہؓ کا صریح فتویٰ رکوع میں رکعت نہ ہونے کا صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، تو پھر مخالف صورت کیوں اختیار کی جائے۔ حتی الوسع موافقت چاہیئے۔ یہ دونوں باتیں (یعنی حتی الوسع موافقت اور قوتِ اسناد) رکوع میں رکعت نہ ہونے کو چاہتی ہیں۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲، ص ۱۸۱، ۱۸۲)

اعتراض ۱

حضرت ابو ہریرۃؓ سے ان دونوں صحیح اثروں کے خلاف ایک اور اثر بھی مروی ہے جس میں رکوع میں رکعت ہونے کا جواز ہے۔ (جزء القراۃ بخاری ص۲۴)

جواب :

اس اثر میں ایک راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں :

"ولیس هذا ممن یعتمد علی حفظه قال اسماعیل بن ابراهیم سألت اهل المدینة عن عبد الرحمان فلم یحمد مع انه لا یعرف له بالمدینة تلمیذ الا موسی الزمعی روی عنه اشیاء فی عدة منها اضطراب"

(جزء القراۃ امام بخاری ص۲۷)

کہ "عبد الرحمٰن بن اسحاق قابل اعتماد راوی نہیں ہے اور مدینہ بھر میں اسکا

ایک بھی شاگرد نہیں ہے۔ ہاں موسیٰ زمعی نے اس سے چند روایات بیان کی ہیں مگر ان میں اکثر مضطرب ہیں۔"

جمہور کی دوسری دلیل:

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئا ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ" (ابوداؤد مع عون ص ۳۳۲ ج ۱، باب الرجل یدرک الامام)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہم سے ملو اور ہم سجدہ میں پہنچ چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں پڑ جاؤ اور اس سجدہ کا کچھ اعتبار نہ کرو۔ تاہم جس نے امام کے ساتھ رکوع پا لیا، اس نے رکعت پالی۔

جواب:

یہ حدیث سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں یحیی بن ابی سلیمان راوی منکر الحدیث ہے۔ زبیر بن ابی عتاب اور ابن مقبری سے اس کا سماع ثابت نہیں ہے چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری فرماتے ہیں:

"ویحیی ھذا منکر الحدیث روی عنه ابوسعید مولی بنی ھاشم وعبداللہ بن رجاء البصری مناکیر ولم یتبین سماعه من زید ولا من ابن المقبری ولا تقوم به الحجة" (جزء القراءۃ ص ۷) قال البیہقی تفرد به یحیی بن ابی سلیمان ھذا ولیس بالقوی (جزء القراءۃ بیہقی، عون ص ۳۳۲ ج ۱)

میزان اور تہذیب میں ہے:

"قال ابوحاتم یکتب حدیثه ولیس بالقوی" (ص ۳۳۳ ج ۱)

اگرچہ ابن حبان اور حاکم نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔ مگر امام بخاری اور ابوحاتم جیسے ائمہ حدیث کے مقابلہ میں ان کی توثیق کا کچھ اعتبار نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں:

"یحیی بن ابی سلیمان المدنی ابو صالح لین الحدیث" (تقریب ص ۳۷۶)

کہ یحیی بن ابی سلیمان کمزور راوی ہے۔"

جواب (۲):

"اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئا" ساری عبارت شاذ اور منکر ہے کیونکہ بقول امام بخاری، اس حدیث کو ایک کثیر جماعت نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے مگر کسی نے یہ زیادتی بیان نہیں کی۔ مثلاً امام مالک، عبیداللہ عمر، یحیی بن سعید، ابن الہاد، یونس، معمر، سفیان بن عیینہ، شعیب، ابن جریج اور عراک بن مالک نے یحیی بن ابی سلیمان کے خلاف اس زیادتی کو بیان نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو جزء القراءۃ بخاری ص ۶۷، عون المعبود ص ۳۲۴، ج ۱)

اور علامہ شمس الحق فرماتے ہیں:

"وتفرد به یحیی بن ابی سلیمان ولیس بالقوی" (المغنی علی الدارقطنی، ص ۱۳۲ ج ۱)

جواب (۳):

اس حدیث کے اندر رکوع میں رکعت مکمل ہونے کا ثبوت نہیں ہے بلکہ لفظ "رکعت" سے مراد رکعت ہی ہے رکوع نہیں۔ اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جس نے رکعت پائی اس نے نماز پالی کیونکہ ادنیٰ درجہ جماعت ایک رکعت ہے۔ جیسے:

"عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوٰۃ علی لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الخوف رکعة" (عون المعبود ص)

کہ "اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نماز خوف ایک رکعت فرض فرمائی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جس نے رکعت سے کم حصہ پایا، مثلاً رکوع میں شریک ہوا، اس نے نماز نہیں پائی، وہ یہ رکعت نئے سرے سے پڑھے۔ اور رکعت سے رکوع مراد لینا متعذر ہے کیونکہ یہ مجازی معنیٰ ہے اور مجازی معنیٰ وہاں لیا جاتا ہے جہاں حقیقت متعذر ہو اور یہاں حقیقت متعذر نہیں ہے کیونکہ یہاں رکعت سے مراد رکعت ہی ہے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ راوی حدیث حضرت ابوہریرۃؓ خود رکوع میں ملنے والی رکعت کے قائل نہیں ہیں۔

عون المعبود میں ہے:

"قیل المراد بہ ھھنا الرکوع فیکون من ادرک الامام راکعا مدرکا لتلک الرکعۃ وفیہ نظر لان الرکعۃ حقیقۃ لجمیعھا و اطلاقھا علی الرکوع وما بعدہ مجاز لا یصار الیہ الا لقرینۃ کما وقع عند مسلم من حدیث البراء بلفظ فوجدت قیامہ فرکعتہ فاعتدالہ فسجدتہ فان وقوع الرکعۃ فی مقابلۃ القیام والاعتدال والسجود قرینۃ تدل علی ان المراد بہا الرکوع وھھنا لیس تصرف عن حقیقۃ الرکعۃ ولیس فیہ دلیل علی ان المدرک الامام راکعا مدرک لتلک الرکعۃ" (عون المعبود ص ۳۳۲، باب الرجل یدرک الامام ساجدا کیف یصنع)

یعنی "کہا گیا کہ اس حدیث میں رکعت سے مراد رکوع ہے۔ لہٰذا جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے گا تو اس کی رکعت ہو جائیگی۔ مگر یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ رکعت کے حقیقی معنیٰ پوری رکعت ہے اور رکوع پر رکعت کا اطلاق مجازی ہے جس کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسے مسلم کی براء کی حدیث میں رکعت سے مراد رکوع ہے کیونکہ رکوع کا قیام، اعتدال اور سجدہ کے مقابلہ میں واقع ہونا اس بات کا قرینہ ہے۔ اور ابو ہریرۃؓ کی اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں۔ پس رکعت سے رکوع مراد لینا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ رکوع میں رکعت ہو جاتی ہے، صحیح نہیں ہے، ویسے بھی روایت حضرت ابو ہریرۃ رضؓ کے محقق مسلک کے خلاف ہے۔"

ورکی تیسری دلیل:

"عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد" (باب اذا رکع دون الصف، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۰۸)

حضرت ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ جب میں نماز پڑھنے کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ میں نے صف میں ملنے سے

پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ فعل ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری حرص میں برکت کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا“

جواب:

اس حدیث میں یہ کہیں نہیں آتا کہ مدرک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے بلکہ اس حدیث ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رکعت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں:

”فلیس لاحد ان یعود لما نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہ ولیس فی جوابہ انہ اعتد بالرکوع القیام والقیام فرض فی الکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ ”وقوموا للہ قانتین“ (وقال) ”اذا قمتم الی الصلوۃ“ وقال النبی صلی اللہ علیہ صل قائما فان لم تستطع فقاعدا“ (جزء القراءۃ امام بخاری ص۱۳)

کہ ”ابو بکرہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلعم کے منع کرنے کے بعد کسی کو جائز نہیں کہ وہ صف سے باہر ہی رکوع کرتا ہوا امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے۔ ابو بکرہ کے جواب میں یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ عدم قیام (وقراءۃ) کے باوجود اس کو رکعت شمار کیا ہو۔ یہ معلوم رہے کہ کتاب و سنت میں قیام فرض ہے جیسے کہ ”قوموا للہ قانتین“ اور ”صل قائما“ کے جملوں سے معلوم ہوتا ہے

علاوہ ازیں جزء القراءۃ میں یہ بھی ہے:

”عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ الصبح فسمع نفسا شدیدا او بہرا من خلفہ فلما قضی الصلوۃ قال لابی بکرۃ انت صاحب ہذا النفس قال نعم جعلنی اللہ فداک خشیت ان تفوتنی رکعۃ معک فاسرعت المشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصا ولا تعد صل ما ادرکت واقض ما سبق“ (ص۶۳)

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سانس چڑھنے اور ہانپنے کی آواز سنی، نماز سے فارغ ہو کر ابو بکرہؓ سے فرمایا، کیا یہ تمہاری آواز تھی، میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، چونکہ میری ایک رکعت فوت ہو رہی تھی، اس لئے میں نے جلدی کی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے شوق میں برکت کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا جتنی نماز

امام کے ساتھ پڑھ سکو، پڑھ لو اور جو پہلے ہو چکی اس کی قضا دے لو یعنی پوری کر دو۔"

اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں:

"واقض ما سبقك" (فتح الباری ص۲۲۵ ج۲ باب اذا رکع دون الصف)

کہ "تمہاری جتنی نماز رہ گئی ہے، اس کو پورا کرو۔"

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوہریرۃ رض سے مروی ہے:

"عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا سمعتم الاقامة فامشوا الی الصلوٰة وعلیکم السکینة والوقار ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔" (صحیح بخاری ص۸۸، ج۱)

کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبیر سننے پر آرام اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف آؤ، جلدی جلدی مت آؤ، جتنی جماعت مل جائے، پڑھ لو اور جو رہ جائے، اسے پورا کر لو۔"

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"واستدل به ان من ادرك الامام راكعا لم تحسب له تلك الركعة للامر باتمام ما فاته لانه فاته الوقوف والقرأة فيه وهو قول ابی هريرة وجماعة بل حكاه البخاری فی القرأة خلف الامام واختاره ابن خزيمه والضبعی وغيرهما من محدثی الشافعية وقواه الشيخ تقی الدين السبكی من المتاخرين۔" (فتح الباری ص۲۵۹ ج۲ پارہ: ۳، باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا)

کہ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت گنی نہیں جائے گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت شدہ نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اس کا قیام اور قرأۃ ام القرآن (دو فرض) رہ گئے ہیں۔ حضرت ابوہریرۃؓ اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ بلکہ امام بخاری نے کہا ہے کہ یہی مذہب ہے ہر اس شخص کا جو فاتحہ خلف الامام کو فرض سمجھتا ہے۔"

بہر حال ابوبکرہؓ کی یہ حدیث اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ رکوع پا لینے والے کی

رکعت پوری ہو جاتی ہے۔

جمہور کی چوتھی دلیل :

"قال البخاری وزاد ابن وھب عن یحیی بن حمید عن قرۃ عن ابن شہاب عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الرکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ"

(جزء القراءۃ بخاری ص۶)

کہ "ابو ہریرۃ رض، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا، پہلے اس کے کہ امام اپنی پیٹھ سیدھی کرے تو اس نے رکعت پالی۔

جواب : یہ حدیث سخت ضعیف ہے چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں :

"واما یحیی بن حمید مجھول لا یعتمد علی حدیثہ غیر معروف بصحۃ خبرہ مرفوع ولیس ھذا مما یحتج بہ اھل العلم وقد تابع مالکا فی حدیثہ عبید اللہ بن عمر ویحیی بن سعید وابن الھاد ویونس و معمر وابن عیینۃ وشعیب وابن جریج وکذالک قال عراک بن مالک عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلو کان من حفظ لا واحد لم یحکم بخلاف یحیی بن حمید او ثلاثۃ علیہ فکیف باتفاق من ذکرنا عن ابی سلمۃ وعراک عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو خبر مستفیض عند اھل العلم بالحجاز وغیرھا وقولہ قبل ان یقیم الامام صلبہ لا معنی لہ ولا وجہ لزیادتہ" (جزء القراءۃ بخاری ص۶)

کہ یحیی بن حمید غیر ذمہ دار اور نا قابلِ حجت ہے اور نہ اس کی مرفوع حدیث کی صحت اہل علم کے نزدیک تسلیم کی گئی ہے۔ اور یحیی بن حمید کے برخلاف عبید اللہ بن عمر، یحیی بن سعید، یونس، معمر، سفیان بن عیینہ اور شعیب، ابن جریج نے مالک کی روایت کی متابعت کی ہے اور عراک بن مالک بھی حضرت ابو ہریرۃؓ سے یہی روایت کرتا ہے۔ یہاں اگر ایک آدھ راوی یحیی بن حمید کے

سے خلاف ہوتا تو ہم اپنی رائے پر اسے ترجیح نہ دیتا مگر یہاں تو پوری جماعت کی جماعت یحییٰ بن حمید کے خلاف ہے اور یہ روایت اہل حجاز کے ہاں شہرت حاصل کر چکی یعنی یہ مستفیض روایت ہے "

جواب (۲):

"قبل ان یقیم الامام صلبہ" بے معنی الفاظ ہیں۔ اور اس جملہ کی زیادتی کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ یعنی یہ الفاظ شاذ اور منکر ہیں کیونکہ یحییٰ بن حُمَید نے اپنے دس مذکورہ ساتھیوں کے خلاف ان الفاظ کو ذکر کیا ہے۔

جواب (۳):

یہاں "فقد ادرکہا" سے مراد رکعت نہیں ہے بلکہ جماعت کا ثواب اور نماز ہے چنانچہ انہی ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے:

"عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادرک من الصلوٰة رکعة فقد ادرک" (جزأ لقرأة بخاری صلا)

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جماعت کے ساتھ ایک رکعت پالی تو اس نے جماعت کا ثواب پالیا۔

جواب (۴):

اس میں ایک راوی قرہ بن عبدالرحمان بھی ضعیف ہے چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے:

"قرة بن عبد الرحمان یقال اسمہ یحییٰ صدوق لہ مناکیر من السابعۃ" (تقریب ص۲۸۲)

(باقی۔ آئندہ، ان شاء اللہ)